
مولانا مودودی کی سیاسی شخصیت

حمید نظامی کی نظر میں

پیک از عظیمیات

انجمن فروغ ادب اردو

پاکستان

فرموداتِ نظامی

”ہم مولانا مودودی کو مذہبی سے زیادہ

ایک سیاسی شخصیت سمجھتے ہیں اور ہماری رائے

میں ان کے مقاصد دینی نہیں سیاسی ہیں۔ وہ

مذہب کا نام اپنی سیاست میں کامیابی کے لئے

استعمال کرتے ہیں۔“

(اخبار نوائے وقت لاہور و لاہور پریس ۱۳ جون ۱۹۵۵ء ص ۳)

حرفِ آغاز

اخبار ”نوائے وقت“ کے بانی اور مدیر شہیر مسٹر حمید نظامی تحریک پاکستان کے ہیرو، محاذِ جہوریت کے نڈر اور بے باک قائد اور ملک و ملت کے غلصہ بھی خواہ تھے۔ مرحوم کسی فرد، جماعت اور طبقہ کے نمائندے نہیں پوری قوم کے ترجمان اور تصویرِ پاکستان اور اُس کی عزت و آبرو کے بہادر محافظ تھے۔ وہ قوم کی ہر مشکل اور ہر تکلیف پر نگاہ رکھتے اور اُس کا علاج سوچتے رہتے تھے۔ اُن کی مثال اُس آنکھ کی تھی جو جسم کے ہر عضو کی تکلیف پر بھیگ جاتی ہے۔ ملتِ پاکستان اگر ایک جسم تھی تو حمید نظامی اُس کی آنکھ تھے اور بقولِ اقبال ع

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ

حمید نظامی کی آنکھ نے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور اُن کی

تحریک کو کیا دیکھا کیا پایا؟

اس اہم بحث کی تفصیل ”نوائے وقت“ کے اُن چار معرکہ الارادہ ل

سے باسانی مل سکتی ہے جو مرحوم کے قلم سے ۱۹۵۵ء کے وسط میں شائع ہوئے۔

اور جو ملک و قوم کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ یہ بلند پایہ ادارے پوری قوم کا بہترین علمی و ادبی سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ حمید نظامی کی فکری کاوشوں اور سیاسی بصیرت کی ناقابلِ فراموش یادگار ہیں۔ اور اسی لئے عین اس موقع پر جبکہ تحریک پاکستان کے اس اولین صحافی اور ملک و ملت کے بے باک اور حق گو مجاہد کی ملک بھر میں پھٹی برسی منائی جا رہی ہے ہم ان کو ایک مختصر کتابچہ کی صورت میں شائع کر نیکا شرف حاصل کرتے ہیں۔

(ناشر،

احمد حسن بیٹ

نواب بازار کلاتھ مارکیٹ

لاہور۔

پرنٹرز

فضل پرنٹنگ مرسس

۱۹۔ ریلوے روڈ لاہور،

پہلا ادارہ

دعوتِ مودودی صاحب نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے ایک بیان دیا تھا کہ:-

”اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے باہل عیاں ہو گئیں ایک یہ کہ اجراء کے سلسلے میں سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کیلئے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد لکے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کی ہے اور ایک دوسرا ریزولوشن بطور خود کھائے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور طریقوں سے کیا جائے انہیں کبھی غیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھینچنے والے جو مسلمانوں کے سرور کو شطرنج کے ٹہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے.... الخ۔“

(روزنامہ تسنیم لاہور ۲ جولائی ۱۹۵۵ء)

امیر جماعت اسلامی کے اس بیان پر جناب حمید نظامی نے حسب ذیل ادارہ لکھا تھا:-

”نقاب ٹھہ جانے کے بعد“

”مولانا مودودی صاحب سے بھی بجا طور پر دوسوال کئے جاسکتے ہیں۔

ا۔ کیا یہ راز آپ پر آج فاش ہوئے ہیں؟۔ اگر آپ پر یہ خود غرضی شروع سے ہی روشن تھی جو جب ”مسلمانوں کے سروں کو“ آپ کے قول کے مطابق ”شہرِ نج کے مہر دں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اسوقت آپ نے قوم کو کیوں خبردار نہ کیا کہ اسکی دھوکا کیا جا رہا ہے؟ ہر مہر دں کو گورنمنٹ ہاؤس کے اُس جلسہ میں جو امن کی اپیل کیلئے بلایا گیا تھا۔ آپ کا رویہ آپ کے اس بیان کے بالکل برعکس تھا اور مسلمانوں کے سروں کو بچانے کیلئے امن کی اپیل پر دستخط کرنے سے آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امن کیلئے اس اجلاس کی ناکامی کی ذمہ داری اگر کسی فرد واحد پر عاید کی جاسکتی ہے تو وہ آپ ہیں۔ آخر اسوقت گورنمنٹ پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور لاہور کے ذمہ دار اکابر و عمائد کے جلسہ میں آپ نے اس راز کو کیوں فاش نہ کیا کہ سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں بلکہ نام اور سہر کا ہے اور خود غرضی لوگ اپنی ذاتی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیں رہے اور مسلمانوں کے سروں کو شہرِ نج کے مہر دں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں؟ آج ۲۲ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک عام آدمی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپ کے سامنے بھی سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ”نام اور سہرے“ کا تھا اور آپ اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیں رہے تھے اور آپ نے بھی مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دیا۔

ب۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ جو پوری ملت اسلامیہ کی انقلابی قیادت کے

دعویہ ادر امارت کے مدعی ہیں۔ کیا آپ ایسے ہی ڈھل یقین آدمی ہیں کہ خود اپنے قول کے مطابق آپ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ "...میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اٹھ کر ابھی کنونیشن سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے" لیکن چند ہی منٹ بعد خود آپ کے اپنے بیان کے مطابق "اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں آیا۔ ... " ادر آپ نے اپنی رائے بدل دی ادر آپ کنونیشن سے چھٹے رہے ادر اب پورے سوادو سال بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آپ کو مسلمانوں کو اس خطرہ کی خبر دادر کر دینا چاہیے۔ خود ہی فرمائیے کہ ایسے ڈھل یقین ادر مذہب کیریکٹر کے لیڈر کے متعلق اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ کسی ایسے ہی کراسس کے وقت قوم کی کشتی کو عین منجھار میں نہ جا ڈبوئے گا۔"

(اخبار "نوائے وقت" لاہور دلائل پور)

۶ جولائی ۱۹۵۵ء (۳-۴)



دوسرا ادارہ

”متکبر صالح“

جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے پاکستان، مجلس احرار، جمعیت، اہل حدیث اور مجلس تحفظ ختم نبوت (بالخصوص مولانا احمد علی صاحب - سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا رفیع احمد میکش صاحب) کے مابین جو جھگڑا جاری ہے بہت سے اخبارات نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور فریقین سے یہ اپیل کی کہ اس ناگوار جھگڑے کو ختم کر دیں۔ یہ اپیل غیر مؤثر ثابت ہوئی اور اب نوبت مقدمہ باز کا تک جا پہنچی ہے۔

”صالحین“ کے تیرہ جان اخبارات نے اس سلسلہ میں عجیب و غریب کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ صرف مولانا احمد علی وغیرہ بزرگوں کو ”کفن چور“ اور ”چور“ کے خطابات سے سرفراز کیا۔ مصالحت کی اپیل کرنے والے عناصر کے متعلق بھی یہ کھھا کہ وہ چوروں کے بھائی بند ہیں۔ یہ انداز گفتگو اسلامی چھوڑ، عام شریف آدمیوں کا انداز گفتگو بھی نہیں۔ مگر صالحین کا تکبر اور غرور انہیں اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے متعلق بھی اس جن جن سے کام لے سکیں کہ وہ بھی کسی معاملہ میں ایماندارانہ رائے رکھ سکتا ہے۔ آج

جماعت اسلامی کے اخبار نے مجلس احرار پر طعن و تشنیع اور دشنام و بہتان کے گولے برسائے ہوئے ہیں اور "نوائے وقت" پر مفت میں ہی گالیوں کی بوچھاڑ کر دی ہے۔ وجہ شکایت یہ بیان کی گئی ہے کہ آج سے کئی سال پہلے "نوائے وقت" نے مولانا مودودی کے اس بیان پر کیوں لے دے کی تھی جس میں آپ نے جہاد کشمیر میں شرکت کو حرام قرار دیا تھا۔ صالح معاصر انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس جہاد کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا !

معاصر یہ سوال نہ ہی اٹھاتا تو اچھا تھا۔ مولانا مودودی کے اس بیان پر لے دے صرف "نوائے وقت" نے ہی نہیں کی تھی پاکستان کے تمام اخبارات نے کی تھی۔ معاصر اب اس کا جواب دے کہ کیا مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں؟ جب ہزاروں مسلمان اپنی جانیں اس جہاد میں قربان کر رہے تھے کیا مولانا مودودی نے یہ فتویٰ دیا تھا یا نہیں کہ اس جہاد میں شرکت حرام ہے؟ اور کیا اس فتویٰ کا قطعی نتیجہ یہ نہیں تھا کہ اس جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان حرام موت مرے ہیں۔

ہم آج پھر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد ناکام رہا تو اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مولانا کا یہ فعل فطری

نہیں تھا بلکہ اُن کی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے کد یہ تھی کہ اس ملک کے بانی ہونے کا سہرہ قائد اعظم کے سر کیوں ہے؟ میرے سر کیوں نہیں؟ حالانکہ یہ سہرہ اُن کے سر نہیں باندھا جاسکتا تھا کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریک پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر ہونے والے عام انتخابات میں غیر جانبدار رہیں۔ یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اس انتخاب میں پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رہائے ہوئے ہیں اور اُنکا مقصد دین کی سر بلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے۔ ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مولانا احمد علی اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی انا لہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں۔

دنائے وقت لاہند دلائل پور

۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء (۲)

تیسرا ادارہ

”کیونستوں یا آزاد پاکستان پارٹی اور جماعت اسلامی میں کیا قدر مشترک ہے؟ ایک گروہ خدا کے وجود تک کا منکر ہے اور مذہب کو افیون سمجھتا ہے۔ دوسرے فریق کا نصب العین یہ ہے کہ ملک میں ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جس کی بنیاد ہی مذہب پر ہو۔ یعنی اصولاً دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ مگر کافی عرصہ سے ان دونوں میں گٹھ جوڑ ہے یہاں تک کہ امیر جماعت اسلامی کے اعزاز میں جماعت اسلامی کے مرکز میں اسکی مرکزی دفتر کی طرف سے دعوتِ افطار دی جائے تو جہانوں میں اکثریت کیونسٹ کارکنان کی ہوتی ہے جو سرے سے نماز روزہ ہی کے قائل نہیں۔“

(نوائے وقت لاہور، لائل پور، ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء ص ۳)



چوتھا ادارہ

”یہ مخالفت نہیں تو کیا ہے؟“

معاصر ”نوائے پاکستان“ نے اپنے ایک ادارتی مقالہ میں یہ لکھا تھا۔ کہ مولوی مودودی صاحب نے اب ایک یونٹ کے منصوبہ کی بھی مخالفت شروع کر دی ہے۔ اس پر مولوی صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا جو حرف بحرف درج ذیل ہے :-

”بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میں نے حیدرآباد میں وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ مجھے افسوس کیسا تھا کہنا پڑتا ہے کہ اس خبر میں میرے خیالات کی غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ میں نے آج تک اس کے خلاف نہ کوئی اظہار رائے کیا ہے اور نہ اسکی موافقت ہی کی ہے۔ دراصل جو بات میں نے حیدرآباد میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک یونٹ یا دس یونٹ کا مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقی اہمیت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں ایک صحیح اسلامی نظام قائم کر کے مسلمانوں کے رشتہ اخوت کو مضبوط کر دیں۔ اور ہر باشندہ پاکستان کو یہ

امینان بنیادیں کہ از دئے انصاف اسکی جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ بات اگر حاصل ہوگئی تو ایک یونٹ بھی مفید ہوگا اور دس یونٹ بھی رہیں تو نقصان دہ ثابت نہ ہو سکیں گے۔ در نہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔“

ہم حیران ہیں کہ اگر یہ وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت نہیں تو مخالفت کسے کہتے ہیں؟ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اول تو یہ مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ مولوی صاحب کا حد سے بڑھا ہوا تکبر و نا، اور نفس پرستی ہی ایسی بات اُن کے مُنہ سے نکلوا سکتے ہیں۔ در نہ معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ کم از کم اسوقت ملک بالخصوص مغربی پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تو کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں حقیقی اہمیت غالباً قربانی کی کھانوں کے مسئلہ کو حاصل تھی جو اس کیلئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی فرد فرما بھیجا گیا۔ پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایک یونٹ اور دس یونٹ میں کوئی فرق نہیں ایک یونٹ بن گیا تو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا اور دس یونٹ بن گئے تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا یعنی ایک طرف یہ کہ صحیح اسلامی نظام... دوسری طرف یہ کہ ایک یونٹ سے دو کوئی اور فائدہ نہ سہی، اسلامی نظام کے نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہوگی اور سندھی، پٹھان، بلوچی، بہادر پوری، خیر پوری اور قبائلی دس قومیتوں کو مان کر اُٹھی بنیاد پر دس یونٹ بنائے جائیں تو دو کوئی اور نقصان نہ سہی، اسلامی نظام کے نظریہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایک ہی سانس

میں دو باتیں کہی ایسا شخص ہی کہہ سکتا ہے جو یا تو پرے درجے کا احق ہو یا حسن بن صباح یا اسپرٹین کی طرح تیار آخری فقرہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "درتہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا یعنی وحدت کو مصنوعی کہہ دیا اور یہ دھمکی بھی دیدی کہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ اسپر بھی یہ ارشاد ہے کہ میں نے آجنگ وحدت کے خلاف اظہار رائے نہیں کیا۔

افسوس کہ پاکستان کو آٹھ برس گزر گئے مودودی صاحب نے ابھی تک مسلمان عوام کا یہ تصور معاف نہیں کیا کہ انہوں نے مودودی صاحب کی بجائے قائد اعظم کی بات کیوں مانی؟ اور پاکستان کیوں بنایا۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں ایک مرتبہ بھی تو پاکستان کے حق میں کوئی کلمہ خیرائی نہ بن فیض ترجمان سے نہیں نکلا۔ پاکستان بہت بُرا ہی مگر آٹھ سالوں میں کوئی بات تو ایسی ہوئی ہوگی جو حوصلہ افزائی کی مستحق ہوتی؟ مگر مولوی مودودی صاحب جب بھی بولیں گے ایسی بات کہیں گے جسکی پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہو عین اس زمانہ میں جب ہزاروں مجاہدین جہاد آزادی کشمیر میں حق لے رہے تھے اور سردھڑکی بازی لگائے ہوئے تھے مودودی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ جہاد ہے ہی نہیں اور اس لڑائی میں شرکت حرام ہے مگر جو شخص پاکستان کی لڑائی میں شرکت حرام سمجھتا رہا ہو اس سے یہ توقع ہی عبث تھی کہ وہ جہاد آزادی کشمیر کی حمایت کرے گا۔ پاکستان کے متعلق بھی مولوی صاحب کی روش اسی قسم کی تھی کہ میں اس مسئلہ کی کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ فرمایا کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ والے اسلام کو ایک چھوٹے سے خطے میں محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ میں سارے ہندوستان میں اسلام کے غلبے کا خواہاں ہوں پھر یہ حکم ہوا کہ پاکستان کے سوال پر دو ٹوک کے وقت غیر جانبدار

ہو جاؤ اور یہ حکم یہ جاننے کے باوجود دیا گیا کہ اس ڈونگ پر ہی پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوگا۔ اسلئے پاکستان کو ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا ہے۔ پاکستان کی اس اشد مخالفت کے باوجود جب پاکستان قائم ہو گیا تو مولوی مودودی صاحب جو سارے ہندوستان میں اسلام کو غالب بنانے کے عزم کا اظہار فرمایا کرتے تھے بھاگ کر سب سے پہلے پاکستان چلے آئے۔ مولانا آزاد، سید حسین احمد مدنی صاحب مولوی حفیظ الرحمن صاحب نے بھی پاکستان کی مخالفت کی تھی مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو ان میں گہر ہو گیا۔ یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنا اپنا وطن مبارک پر ہم اسکی ترقی کیلئے دعا کرتے ہیں مگر ہم ہندوستان میں ہی رہیں گے اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کریں گے مگر پوچھنے نیم براعظم میں غلبہ اسلام کے داعی مودودی صاحب کے نائب جناب نصر اللہ خان عزیزاگست کے تیسرے ہفتے میں ہی سولی سیکرٹریٹ میں مسلم لیگ دزیروں کے دفاتر کا طواف کرتے دیکھے گئے کہ مولوی مودودی صاحب کو ہندوستان سے پاکستان پہنچانے کیلئے ٹرک غایت ہو جائے۔ جماعت اسلامی کی ایک شاخ ہندوستان میں بھی رکھی گئی مگر سیکرٹری ہندوستان میں اس جماعت کا موقف اسکی امیر کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ ہم ایک غیر فرقہ دارانہ جماعت ہیں اور بلا امتیاز مذہب ملت سب کی خدمت کو مانجاہتے ہیں یعنی سیکرٹری اور لادینی ہندوستان میں تو اس ملک کے وفادار اور خدائی خدمتگار! مگر پاکستان میں جو بہر حال مسلمانوں کا ملک ہے خدائی فوجدار اور اس ملک کی بہتری کی ہر تجویز کے مخالف۔

(لہذا اُس وقت بلاہور دلائل پورہ ستمبر ۱۹۵۵ء ص ۳)

حمید نظامی

(نتیجہ منکر فردوسی اسلام حضرت ابو الاثر حفیظ جالندھری)

یہ فرد زندہ ہے۔	بے غم ملک میں ہے جسکی موت کا ماتم
گزشتہ سال رکھائے تھے جسکو قبر میں ہم	مجھے خدا کی قسم بھجکے مصطفیٰ کی قسم
یہ فرد زندہ ہے۔	عظیم روح۔ نہیں زیر طلب خاک کی
قلوب پر ہے عید اب یہ نور افلاکی	حمید مرد مجاہد۔ حمید فرد فرید
حمید۔ تیرہ شبی میں فرید صبح اُمید	حمید۔ صدق و صفا کا مبلغ تو حمید
حمید۔ معرکہ کربلا کا تازہ شہید	شہید مرنہیں جاتے یہیں قرائی
حمید زندہ ہے مہا خد ہے درفشان ہے	حفیظ دیکھ رہا ہوں یہ کیا میں اُمید دار
ہر اک محاذ پر موجود ہے علم بردار	جہاں بھی قلب نظر پر مدد کی ہے یغار
حمید اسی کے مقابل ہے برسر پیکار	

جہاں بھی نظم عوامی کو دیکھتا ہوں میں

وہیں حمید نظامی کو دیکھتا ہوں میں

(اشاعت خاص نوائے وقت ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء ص ۳)